اردو (لازمی) وقت: 2:40 گھنٹے	انٹر (پارٹ-I) 2019ء (دوسرا گروپ)	پرچہ I: (انشائیہ طرز) کل نمبر: 80

(حصہ اوّل)

سوال :2-(الف) درجِ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔ نظم کا عنوان اور شاعر کا نام بھی تحریر کیجیے: (8,1,1)

بجلیاں غیرت کی تڑپیں گی فضائے قدس میں   حق عیاں ہو جائے گا' باطل نہاں ہو جائے گا

ان کواکب کے عوض' ہوں گے نئے انجم طلوع   ان دنوں رخشندہ تر' یہ آسماں ہو جائے گا

جواب: حوالۂ متن:

نظم کا عنوان: مستقبل کی جھلک   شاعر کا نام: مولانا ظفر علی خاں

تشریح:

فلسطین کو شاعر نے فضائے قدس کہا ہے۔ بیشتر انبیائے کرام اس مقدس خطۂ ارض میں مبعوث ہوئے۔ اس ارضِ پاک میں یہودی اور انگریز' مسلمانوں کو اپنا غلام بنانے کی ناپاک اور مذموم کوششوں میں مصروف ہیں۔ وہاں ایک دن ایسا بھی آئے گا جب فلسطینی مسلمانوں کی غیرت جوش میں آئے گی اور یہ جوش ایسا ہوگا کہ دشمنوں کے دل ہل جائیں گے۔ انھیں جلد ہی احساس ہوگا کہ قبلۂ اول کی آزادی ان کا اولین فریضہ ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دشمنوں کو شکست دے کر قبلۂ اول اور اپنے وطن فلسطین کو آزاد کرائیں گے۔ حق اور سچ کو کامیابی حاصل ہوگی' باطل قوتیں شکست کھا جائیں گی۔ حق کا بول بالا ہوگا۔ فلسطینی مسلمان اپنے وطن میں ہوں گے اور برطانوی اور یہودی استعمار ختم ہو جائیں گے۔

دوسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ انشاءاللہ وہ وقت آنے کو ہے جب ڈوبتے ستاروں کی جگہ آسمانِ دنیا پر نئے اور نسبتاً زیادہ چمکدار اور روشن ستارے طلوع ہوں گے۔ اس شعر میں شاعر نے شہیدوں کے لیے کواکب یعنی ستاروں کا استعارہ نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ شہیدوہ ستارے ہیں جو دین کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ اُن کی دی

ہوئی قربانیاں ضائع نہیں جائیں گی بلکہ ''شہید کی جوموت ہے وہ قوم کی حیات ہے'' کے مصداق قوم میں نئے ستارے اور زیادہ روشنی کے ساتھ جنم لیں گے۔ شہیدوں کے بے پناہ جوش و جذبے سے متاثر ہو کر مسلمانوں میں جذبۂ جہاد سے سرشار بے شمار مجاہد اور غازی پیدا ہوں گے، جو اسلام کی بقا اور سربلندی کے لیے میدانِ جہاد میں جوش اور ولولے کے ساتھ اتریں گے۔ اُس وقت دنیا دیکھے گی کہ اسلامی دنیا کا آسمان پہلے سے کہیں زیادہ روشن، تابندہ اور پُرعظمت ہو جائے گا یعنی اسلام ایک بار پھر دنیا میں ایک عظیم قوت بن کر اُبھرے گا۔

(ب) درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے اور شاعر کا نام بھی تحریر کیجیے: (9,1)

عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر، ہستی میں
نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہے

نہ بدرقہ ہے، نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے
فقط عنایتِ پروردگار راہ میں ہے

سفر ہے شرط، مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہے

جواب: شاعر کا نام: حیدر علی آتش

شعر نمبر-1

تشریح:

خواجہ حیدر علی آتش کا بچپن شوریدہ سری اور آزاد خیالی میں گزرا، لیکن اس کے باوجود ان کے اندر کا مسلمان بیدار تھا۔ چنانچہ اس شعر میں انھوں نے مسلمانوں کے بنیادی عقیدے یعنی ''عقیدۂ آخرت'' بیان کیا ہے اور دنیا والوں کو آخرت کی فکر کی دعوت دی ہے، کیوں کہ مرنے کے بعد موقع نہیں ملے گا۔ کہتے ہیں کہ موت کے بعد دوسری دنیا کی منزل تک پہنچنے کے لیے ہمیں اس زندگی میں فکر کر لینا چاہیے، یہ دنیا دارالعمل ہے۔ دنیاوی زندگی انسان کے پاس آخرت کی تیاری کا سنہری موقع ہے، آخرت کا سفر بڑا کٹھن اور پُرخار ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اس دنیا میں ہی اچھے کام کر لے، کیونکہ آخرت کے سفر میں اسی دنیا کے نیک اعمال کا صلہ ہی کام آئے گا۔ اس لیے ہماری نجات اسی میں ہے کہ دنیاوی زندگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی زندگی میں آخرت کی فکر کر لیں تاکہ انجام بخیر ہو۔

شعر نمبر-2

تشریح:

زندگی کا جو سفر ہم طے کر رہے ہیں اس میں ہم بالکل تنہا ہیں۔ زندگی میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ ہماری زندگی جس میں سراسر مشکلات ہیں، کون ہمارا ہم سفر ہو سکتا ہے؟ اللہ کے سوا کوئی رہنما نہیں جو ہمیں تسلی دے، اور حفاظت سے دنیا کی مشکلات سے نکال کر لے جائے۔ بس ایک قوت ہے جس کی مہربانی ہماری شریکِ زندگی ہے، وہ ہے اللہ تعالیٰ جس سے بڑھ کر انسان کا کوئی سہارا، محافظ اور رہنما نہیں۔ ہمیں صرف اس کی عنایت چاہیے جو ہمیں دنیا کی برائیوں اور بھٹکنے سے بچاتا ہے۔ باقی سہارے تو ختم ہو سکتے ہیں، لیکن اللہ کا سہارا ابدی ہے۔ جسے وہ سہارا نصیب ہو جائے اس کی دنیا بھی سنور جائے گی اور وہ آخرت میں بھی کامیاب ہوگا۔

شعر نمبر-3

تشریح:

کسی بھی کام کی کامیابی کے لیے مسلسل اور پُرعزم جدوجہد ضروری ہے۔ اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ اس کے باوجود کہ زندگی کا سفر کٹھن اور پُرخار ہے، قدم قدم پر مشکلات ہیں، لیکن انسان کو ہمت نہیں ہارنا چاہیے، بلکہ ہمہ وقت جدوجہد کرتے رہنا چاہیے۔ سعیٔ مسلسل ہی کامیابی کی ضمانت ہے اور کسی کام کے کرنے میں پختہ ارادے اور یکسوئی سے محنت شامل ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں کہ مشکل آسان ہو جاتی ہے اور کامیابی قدم چومتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حصولِ منزل کے لیے تگ و دو پہلی شرط ہے۔ اگر انسان سفر شروع کر دے تو راستے کی تمام رکاوٹیں اللہ تعالیٰ دور کر کے اس کی غیبی مدد فرماتے ہیں۔ اس طرح انسان کامیابی اور کامرانی کی تمام منزلیں طے کر لیتا ہے۔

(حصہ دوم)

سوال: 3- سیاق وسباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجیے۔ مصنف کا نام اور سبق کا عنوان بھی لکھیے: (10,3,1,1)

(الف) نوجوان سلک کے گلوبند کو کچھ اس ڈھب سے گلے پر لپیٹے رکھتا تھا کہ اس کا سارا سینہ چھپا رہتا تھا۔ اس کے جسم پر میل کی تہیں بھی خوب چڑھی ہوئی تھیں۔ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کم سے کم پچھلے دو مہینے سے نہیں نہایا۔ البتہ گردن خوب صاف تھی اور اس پر ہلکا ہلکا پوڈر لگا ہوا تھا۔ سویٹر اور بنیان کے بعد پتلون کی باری آئی۔ پتلون کو پیٹی کے بجائے ایک پرانی دھجی سے جو شاید کبھی نکٹائی ہوگی خوب کس کے باندھا گیا تھا۔

جواب : **حوالہ متن:**

سبق کا عنوان: اوورکوٹ **مصنف کا نام:** غلام عباس

سیاق وسباق:

بیانیہ انداز میں لکھے گئے اس افسانے میں انسانی نفسیات کے ایک پہلو کو بیان کیا گیا ہے، جسے دورنگی یا دوہرا پن کہتے ہیں۔ افسانے کے مرکزی کردار نے اپنی اصلیت چھپانے کی کوشش کی ہے، اوورکوٹ کے نیچے اس کی غربت اور ناداری کامیابی سے چھپی رہتی ہے۔ یہاں سبق کے تقریباً اختتام سے لیے گئے پیراگراف میں اس کی مفلسی کا راز کھلتا ہے۔

تشریح:

اوورکوٹ پردہ پوشی کی علامت ہے۔ افسانے کا سفید پوش ہیرو اپنی مفلسی اور بدحالی کو چھپاتا ہے، لیکن مرنے کے بعد اس کا راز فاش ہو جاتا ہے۔ تشریح طلب عبارت میں نوجوان کے مرنے کے بعد کی صورتِ حال بیان کی گئی ہے۔ جب ہسپتال میں اس کے کپڑے اتارے گئے تو معلوم ہوا کہ اوورکوٹ کی آن بان کے نیچے اس کی مفلسی اس کے معاشرتی معیار و مقام کا رونا رو رہی تھی۔ نوجوان کے ریشمی مفلر نے اس کے سینے کو چھپایا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر میل بھی خوب جمی ہوئی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کم سے کم پچھلے دو ماہ سے وہ نہایا نہیں ہے۔ البتہ اس کی گردن پر بالکل بھی کوئی میل نہیں تھی، بالکل صاف ستھری تھی اور اس پر پاؤڈر بھی لگا ہوا تھا، جو ظاہرداری کی علامت تھا۔ پتلون کی باری آئی تو یہ بھی بہت پرانی تھی۔ اس میں جگہ جگہ کھونچے لگے ہوئے تھے اور اسے بیلٹ کی

بجائے کپڑے کے ایک چیتھڑے سے باندھا گیا تھا۔ پاؤں میں جرابیں بھی ایک جیسی نہیں تھیں۔ گویا وہ نوجوان اپنی ظاہری حالت کے برعکس انتہائی غریب آدمی تھا' لیکن وہ جس سماج میں رہ رہا تھا وہاں غربت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی مفلسی اوورکوٹ کے نیچے چھپا رکھی تھی۔

(ب) جولائی سے مینہ شروع ہوا۔ شہر میں سیکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت' دن رات میں دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہ نکلیں۔ بالا خانے کا جو دالان میرے اُٹھنے' بیٹھنے' سونے جاگنے' جینے مرنے کا محل ہے' اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہو گئی۔ کہیں لگن' کہیں چلمچی' کہیں اُگالدان رکھ دیا۔ قلمدان' کتابیں اُٹھا کر توشے خانے کی کوٹھڑی میں رکھ دیے۔ مالک مرمت کی طرف متوجہ نہیں۔ کشتیِ نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (دوسرا گروپ) 'سوال نمبر 3 (الف)۔

سوال:4- کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی لکھیے: (9,1)

(الف) اپنی مدد آپ (ب) اوورکوٹ

جواب:

(الف) اپنی مدد آپ

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2015ء (پہلا گروپ) 'سوال نمبر 4 (الف)۔

(ب) اوورکوٹ

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2015 (دوسرا گروپ) 'سوال نمبر 4 (الف)۔

سوال:5- علامہ اقبالؒ کی نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کا خلاصہ تحریر کیجیے۔ (5)

جواب: نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' میں شاعرِ مشرق علامہ اقبال مسلمان نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمان کو اس کائنات میں اپنی حقیقت کا علم ہونا چاہیے کہ وہ ایک ایسا کسان ہے جو بیج' کھیتی' پانی اور فصل سب کچھ خود ہی ہے۔ ایسا مسافر ہے جو راہ' رہبر اور منزل خود ہے۔ ایسا ملاح ہے جو کشتی' سمندر اور ساحل خود ہی ہے۔ ایسا مجنوں ہے جو خود ہی لیلیٰ' اس کا کجاوہ اور صحرا ہے۔ ایسا مے کش ہے جو خود ساقی' مے' صراحی اور محفل ہے' لیکن پھر بھی غیروں کا محتاج ہے۔

اسے چاہیے کہ باطل قوتوں کو نیست و نابود کر دے، کیونکہ وہ اللہ کا آخری پیغام ہونے کی حیثیت سے لافانی ہے۔

سوال 6: دو دوستوں کے درمیان انٹرنیٹ کے فوائد اور نقصانات پر مکالمہ تحریر کیجیے۔ (10)

جواب: دو دوستوں کے درمیان انٹرنیٹ کے فوائد اور نقصانات پر مکالمہ

سہیل: کیا بات ہے افضل؟ بڑا منہ لٹکائے آرہے ہو کہیں سے۔ خیریت تو ہے نا؟

افضل: نہیں۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں۔ بس یونہی ذرا۔۔۔۔۔

سہیل: ہاں ہاں بتاؤ۔ میں تمھارا دوست ہوں۔ بانٹنے سے بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

افضل: یار! تم سے کیا پردہ، دراصل میں نے آج زندگی کا سب سے بڑا دھوکا کھایا ہے۔ میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچی ہے۔

سہیل: کیا ہوا، کیا کسی دوست نے دکھ پہنچایا ہے؟

افضل: بس ایسے ہی سمجھ لو۔

سہیل: پھر بھی۔ کھل کر بتاؤ نا۔

افضل: یار تمھیں تو پتہ ہے۔ میں پچھلے کچھ عرصے سے انٹرنیٹ کیفے جا رہا ہوں۔ آج سے قریباً ایک ماہ قبل چیٹنگ کرتے ہوئے نیٹ پر میرا رابطہ اچانک ایک لڑکی سے ہو گیا۔ دراصل میں نے بھی لڑکی کے نام سے ہی اپنا میل ایڈریس بنایا ہوا تھا۔

سہیل: دھوکے اور فریب کی بنیاد تو تم نے خود رکھی، جو لڑکا ہونے کے باوجود لڑکی بن کر کسی کو دھوکہ دے رہے تھے۔

افضل: سبھی ایسا کرتے ہیں یار۔ لڑکی بن کر بات چیت کرو تو بعض بڑے اچھے دوست مل جاتے ہیں۔ بہر حال اس لڑکی نے مجھے اپنے گھریلو حالات بتائے۔ وہ ایک دکھی لڑکی تھی۔ اس کی ماں سوتیلی تھی اور۔۔۔۔۔

سہیل: اور تمھیں اس دکھی لڑکی سے محبت ہو گئی۔

افضل: محبت ۔۔۔تو خیر نہیں، لیکن ہمدردی ضرور ہوگئی۔ پچھلے دنوں سے میں اس سے اس کا فون نمبر پوچھ رہا تھا۔ پہلے تو وہ ٹالتی رہی، لیکن میرے زبردست اصرار پر آج اس نے انکشاف کیا کہ وہ لڑکی نہیں، بلکہ لڑکا ہے۔ اس کا نام کاشف ہے اور وہ فرسٹ ایئر کا طالبعلم ہے اور محض لڑکوں کو بیوقوف بنانے کے لیے لڑکی بنا ہوا تھا۔

سہیل: بس اسی سے جناب کا دل ٹوٹ گیا اور تمھارے اعتماد کو ٹھیس پہنچی۔

افضل: اور کیا۔ تمھارے نزدیک یہ کوئی معمولی بات ہے؟

سہیل: اور اگر تمھاری اس ''کاشف صاحبہ'' کو پتہ چل جائے کہ تم بھی ''افضل صاحبہ'' ہو تو کیا اسی قسم کے جذبات اس کے نہ ہوں گے؟

افضل: میں تو مذاق مذاق میں لڑکی بنا تھا۔

سہیل: اور وہ بھی مذاق مذاق میں لڑکی بنا ہوگا۔

افضل: یار یہ میرے جذبات کا معاملہ ہے، تم نہیں سمجھ سکو گے۔

سہیل: میں بالکل سمجھ گیا ہوں افضل صاحب! آپ کو بھی اور آپ کے جذبات کو بھی۔ جیسا کہ میں نے شروع میں کہا دھوکہ دہی اور فریب کی بنیاد پہلے تم نے رکھی تھی۔ اس کا جواب بھی تمھیں اسی طرح ملنا چاہیے تھا۔ پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ کیا یہ انٹرنیٹ اس لیے ایجاد ہوا تھا کہ تم جیسے فضول اور نکمے لوگ اس کے ذریعے بات چیت کریں۔ اپنا اور دوسروں کا فضول میں وقت برباد کریں؟

افضل: اسے تم وقت برباد کرنا نہیں کہہ سکتے۔ انسان کو کچھ وقت ذہنی اور دماغی تفریح کے لیے بھی تو چاہیے نا؟

سہیل: تو پھر تفریح کو تفریح سمجھو۔ اتنا لمبا منہ کیوں لٹکایا ہوا ہے تم نے۔ بھائی جان! انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے ذریعے تعلیم بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ملک کے دوسرے حصوں بلکہ دنیا کے مختلف ملکوں کے بارے میں معلومات بھی تو حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ان باتوں کا شمار بھی تو تفریح میں ہی ہوتا ہے۔ یا تمھیں تفریح صرف لڑکی بن کے بات چیت کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے؟

افضل: تم طنزیہ باتیں کر کے میرے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہو۔

سہیل: نہیں نہیں۔ افضل صاحب! میں بازار سے مرہم لے کر آتا ہوں، تمھارے زخموں پر پھاہا رکھنے کے لیے۔۔۔۔ دراصل تم جیسے منفی سوچ رکھنے والے نوجوانوں نے ہر چیز کو مثبت مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اپنے منفی عزائم کی تکمیل کے لیے غلط استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ فیصل صاحب کے بارے میں کچھ علم ہے تمھیں؟

افضل: کون سے فیصل صاحب؟ وہی جو کالج میں ہمارے سینئر ہیں؟

سہیل: ہاں وہی فیصل صاحب۔ انھیں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعے مختلف مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ کچھ عرصہ قبل انھوں نے کینیڈا کی ایک یونیورسٹی کو اپنا سی وی انٹرنیٹ کے ذریعے بھیجا۔ پرسوں وہ مجھے بتا رہے تھے کہ انھیں وہاں کی ایک یونیورسٹی نے ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں سکالرشپ کی پیشکش کی ہے، جسے انھوں نے قبول کر لیا ہے اور عنقریب وہ کینیڈا جا رہے ہیں۔

افضل: اچھا! کمال ہے بھئی۔ فیصل صاحب کی تو لاٹری نکل آئی۔

سہیل: وہ تمھاری طرح لڑکی بن کر چیٹ نہیں کرتے تھے نا، اسی لیے ان کی لاٹری نکلی ہے۔ اور سنو۔ میری باجی بیالوجی میں ایم فل کر رہی ہیں۔ جس موضوع پر وہ ریسرچ کر رہی ہیں، اس کے متعلق یہاں ہمارے ملک میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ ایک روز انھوں نے یونہی بیٹھے بیٹھے کمپیوٹر پر اس موضوع پر معلومات لینی چاہیں۔ یقین جانو، دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں اس موضوع پر جتنی ریسرچ ہو چکی تھی، اس کی معلومات کمپیوٹر پر آ گئیں اور یوں باجی کا ایک بہت بڑا علمی مسئلہ حل ہو گیا۔

افضل: تم بالکل درست کہ رہے ہو یار۔ تمھاری باتوں نے تو میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں نے تو سائنس کی ان مفید ترین ایجادات کے مثبت استعمال کے پہلوؤں پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

سہیل: اور تمھارے ان زخموں کا کیا حال ہے؟

افضل: کون سے زخم؟

سہیل: وہی جو تم کچھ دیر پہلے بتا رہے تھے کہ کسی کی ''بے وفائی'' سے تمھارے دل پر لگے ہیں۔

افضل: چھوڑو یار۔ مذاق نہ کرو۔۔۔

یا

کالج میں منعقدہ مقابلہ حسنِ نعت کی روداد قلمبند کیجیے۔

جواب: ہمارے کالج میں ہر سال مقابلہ حسنِ نعت کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس سال بھی ربیع الاوّل کے بابرکت مہینے میں یہ مقابلہ منعقد کیا گیا۔ اس مقابلہ میں مختلف کالجوں کے نامور نعت خواں طالب علموں نے حصہ لیا۔ یہ مقابلہ ہمارے کالج کے آڈیٹوریم میں قاری حبیب اللہ کی زیرِ نگرانی بڑی عقیدت و احترام سے منعقد کیا گیا۔ آڈیٹوریم طلبا سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس مقابلہ حسنِ نعت کے مہمان خصوصی ہمارے ملک کے مشہور و معروف نعت خواں جناب الحاج یوسف میمن تھے، جن کی آمد پر بڑی گرم جوشی سے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ مقابلہ حسنِ نعت کا باقاعدہ آغاز قرآنِ کریم کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت ہماری کلاس کے طالب علم حافظ معاذ نے حاصل کی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی شان میں گلہائے عقیدت پیش کرنے کے لیے مقابلہ حسنِ نعت میں شرکت کرنے والے نعت خوانوں کو ایک ایک کر کے نعت پڑھنے کی دعوت دی گئی۔ سب سے پہلے ایم اے او کالج کے ہونہار طالب علم حافظ محمد طیب نے یہ نعت پڑھی:

اے سبز گنبد والے منظور دُعا کرنا
جب وقتِ نزع آئے آقا دیدار عطا کرنا
میں قبر اندھیری میں گھبراؤں گا جب تنہا
امداد میری کرنے آجانا رسول اللہ

حافظ طیب کے بعد دیال سنگھ کالج کے طالب علم بشیر احمد نے حضور ﷺ کی بارگاہِ ناز میں ہدیۂ نعت پیش کیا۔ دو شعر یہ ہیں:

نازاں ہے اس پہ دل کہ بُلایا گیا مجھے — آخر درِ حضور ﷺ پر لایا گیا مجھے
ہر کہکشاں کی گرد میرے بال و پر میں تھی — ایسی بلندیوں پہ اُٹھایا گیا مجھے

بشیر احمد کے بعد گورنمنٹ سول لائنز کالج کے ایک طالب علم صداقت علی نے یہ نعت پڑھ کر سامعین کے دل جیت لیے:

محبوب کی محفل کو محبوب سجاتے ہیں
جاتے ہیں وہی جن کو سرکار بلاتے ہیں
وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم ﷺ کا میلاد مناتے ہیں

صداقت علی کے بعد ایف سی کالج کے طالب علم حافظ عبداللہ نعت پڑھنے آئے۔ ان کی نعت مکمل انہماک اور توجہ سے سنی گئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے دل سے نکلنے والی ہوک سامعین کے دلوں میں اُترتی جا رہی ہے اور لوگ محسوس کر رہے ہیں کہ دینی و دنیاوی سرخروئی انہی ایک در سے وابستہ ہے۔ اس نعت کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حافظ عبداللہ کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور کے طالب علم نوید شاہد کی باری آئی۔ انھوں نے یوں عقیدت کے موتی بکھیرے:

اک خالقِ جہاں ہے تو اک مالکِ جہاں   اک جانِ کائنات ہے اِک وجہِ کائنات
اب تک سجی ہوئی تھی ستاروں کی انجمن   اس انتظار میں کہ پھر آئیں وہ ایک رات

آخر میں ہمارے کالج کے بہترین نعت خواں ستار احمد نے نعت پڑھی۔ ان کے ترنم نے نعت کو حاضرین کے دلوں میں اتارنا شروع کر دیا۔ سامعین جھوم رہے تھے اور ان کے قلب و نظر عقیدت سے جھکے ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ نعت پڑھی:

مجھے نعت خود عطا کر کہ تو رحمتِ اتم ہے
ترے پاس اذنِ جنبش میرے ہاتھ میں قلم

جیسے ہی نعت خوانی کا سلسلہ اختتام کو پہنچا تو اس مقابلہ حسنِ نعت کے منصفین، جن میں جناب الحاج یوسف میمن کے علاوہ قاری وحید ظفر، مرغوب احمد ہمدانی اور شہباز قمر آفریدی شامل تھے، نے آپس میں صلاح مشورہ کے بعد اس مقابلہ میں اوّل، دوم اور سوم آنے والوں کے ناموں کا اعلان کیا۔ پہلی پوزیشن گورنمنٹ ایم اے او کالج، دوسری پوزیشن ہمارے کالج (گورنمنٹ کالج ریلوے روڈ) اور تیسری پوزیشن گورنمنٹ سول لائنز کالج کے حصہ میں آئی۔ آخر میں کالج کے پرنسپل نے اول، دوم اور سوم آنے والے طلبا میں شیلڈز اور سرٹیفکیٹس تقسیم کیے۔ یوں یہ روح پرور محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

سوال:7- پرنسپل کے نام کریکٹر سرٹیفکیٹ کے حصول کے لیے درخواست تحریر کیجیے۔ (10)

جواب: جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2015ء (پہلا گروپ) سوال نمبر 7۔

سوال:8- درجِ ذیل عبارت کی تلخیص کیجیے اور مناسب عنوان بھی تحریر کیجیے: (8,2)

کفایت شعاری نام ہے اعتدال کی روش کا یعنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائے جائیں بلکہ چادر کو زیادہ پھیلایا جائے اور پاؤں کم، اِسی میں سہولت اور راحت ہے۔ جو انسان اخراجات کے سلسلے میں حد سے بڑھتا ہے وہ خود کو انسانیت کے اعلا مقام سے گرالیتا ہے کیوں کہ قرآنِ پاک میں واضح ارشاد ہے کہ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ زندگی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے سے منع نہیں کرتا بلکہ تلقین یہ ہے کہ کھاؤ پیو مگر حد سے تجاوز نہ کرو۔ اب یہ ہمارے اپنے بس میں ہے کہ ہم مالی استطاعت ہونے کے باوجود خود کو قابو میں رکھتے ہیں یا بے قابو ہو کر شیطان کے بھائی بنتے ہیں۔

جواب: تلخیص:

کفایت شعاری چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے کا نام ہے۔ اخراجات میں فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا منع نہیں، بلکہ ایک حد میں رہ کر کھانے پینے کا حکم ہے۔ اب یہ ہمارا اختیار ہے کہ ہم کفایت شعار بنیں یا فضول خرچ۔

عنوان: 1- کفایت شعاری 2- اعتدال کی روش